دعوات عبدیت حق — ارشادات حضرت شیخ الحدیث مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ

ضبط و ترتیب : ادارۃ الحق

طاعاتِ خداوندی کا سرچشمہ

محبت اور اس کے اسباب

خطبہ جمعۃ المبارک ۱۲ر شوال المکرم ۱۳۸۷ھ

★

خطبہ مسنونہ کے بعد : والذین آمنوا اشد حبا للہ ۔ محترم بھائیو! اس آیت کریمہ میں مومنین کی صفت بیان کی گئی ہے کہ انہیں خداوند تعالیٰ سے ہر چیز سے زیادہ محبت ہوتی ہے ۔ تو ایمان کی نشانی اللہ جل جلالہ سے محبت کرنا ہے ۔ اور یہ حقیقت ہے کہ جب محبت آجائے تو اس کی طاعت اور فرمانبرداری اور محبوب کا حکم ماننا باعث مشقت نہیں بلکہ موجب خوشنودی و تسلی اور سبب اطمینان ہوتا ہے ۔ ہم میں کوئی ایسا نہیں ، خواہ غریب ہو یا امیر جو مشقت اور تکلیف برداشت نہ کرتا ہو ۔ زمیندار ہو یا دکاندار ۔ حاکم ہو یا امیر و غریب ۔ تم نے ایسا کوئی نہ دیکھا ہو گا کہ دن رات پاؤں پھیلائے بیٹھا ہو اور دن رات کسی نہ کسی مشقت اور فکر میں نہ لگا ہو ۔ الا کوئی بیمار ہو ـــــــ

ساری دنیا دوڑ رہی ہے ۔ ہر شخص اپنی طاقت اور ہمت کے مطابق تکلیف اٹھا رہا ہے ۔ اور یہ بے دین لوگ تو اتنی مشقت اور تکلیف میں ہیں کہ صبح کی نماز کے لئے اگرچہ نہیں اٹھ سکتے لیکن اگر رات کے تین بجے ڈیوٹی ہے تو اس شدید سردی میں اٹھ کر ڈیوٹی پہ پہنچتے ہیں ۔ ان پر خدا نے صرف دنیا کی ڈیوٹی مسلط کر دی ہے ۔ اگر کوئی زمیندار ہے تو دن رات پانی اور کیچڑ میں ، دکاندار دوکان میں اور ملازم اکثر سفر میں رہتا ہے ـــــ سب اس کوشش میں ہیں کہ کچھ کما سکیں ، اور یہ چیز انہیں بوجھ معلوم نہیں ہوتی اور وہ یہ سب کچھ محبت کے سلسلہ میں برداشت کرتے ہیں کہ اہل و عیال کیلئے نان و نفقہ ، لباس ، رہنے سہنے کی جگہ مہیا کریں ۔ کوئی نوکری کرتا ہے ، کوئی دکانداری ، اور کوئی دن رات مزدوری ۔ اہل و عیال کے ساتھ محبت ہے جس وجہ سے نہ اسے

گرمی کا احساس ہے نہ سردی کا، اسے یہ احساس بھی نہیں کہ میں کیوں ایک باندی یا قلی ہوں۔ کہ دو چار آنے پر گھر سے دوکان یا اڈہ تک دو دو من بوجھ اٹھاتا پھرتا ہوں۔ بلکہ خوش ہو رہا ہے۔ کہ چار آنے کما کر بیوی بچوں کیلئے آٹا دال لے آئے گا ـــــ

ـــــ تو جب محبت ہو تو طاعت اور فرمانبرداری باعث سکون و اطمینان بن جاتی ہے۔ مگر آج مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی تابعداری بہت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بنیادی چیز جو محبت ہے وہی موجود نہیں۔ اگر محبت ہوتی تو خدا تعالیٰ کی تابعداری اور فرمانبرداری موجب سکون قلب بنتی۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب۔ اور بیوی بچوں اور دوست احباب کی تابعداری سے زیادہ اہم سمجھی جاتی۔

یاد رکھیں ایمان کی نشانی محبت ہے، اور محبت کے تفاوت سے ایمان متفاوت ہوتا ہے۔ اگر خدا سے محبت ہے تو سمجھئے کہ ایمان ہے اگر بہت ہے تو ایمان مضبوط ہے۔ اور اگر کم ہے تو ایمان کمزور ہے، اور اگر بالکل نہیں تو بالکل ایمان نہیں ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ محبت کیسے پیدا ہو؟ یہ تو زور اور جبر سے پیدا ہو نہیں سکتی۔ تو اتنا یاد رکھئے کہ محبت کے تین مشہور اسباب ہیں، ۱۔ احسان، ۲۔ کمال ۳۔ حسن و جمال۔

محبت کا پہلا سبب احسان اور مہربانی | پہلا سبب احسان ہے کسی کا احسان اور مہربانی یا کسی کا نوال اور عطیہ موجب محبت بن جاتا ہے۔ ماں باپ کے ساتھ ہماری زیادہ محبت ہے۔ اس لئے کہ ان کے احسانات ہر چیز سے زیادہ ہیں۔ استاذ سے محبت ہے اس لئے کہ وہ ہمارا محسن اور مربی ہوتا ہے ـــــ اگر کوئی ہمیں کھانا دیتا ہے، کپڑا دیتا ہے، تنخواہ دیتا ہے تو ہم ہزار کہیں مگر دل کے کسی مخفی گوشہ میں اس کے ساتھ محبت ہوگی۔ تو محبت کا بڑا سبب احسان ہے اور اس مُنعَم کو اپنے مُنعِم سے طبعی محبت ہو جاتی ہے، جو کہ ایک فطری بات ہے۔

ـــــ تو جب ہم دیکھتے ہیں کہ ہمارے ساتھ جتنے احسانات و انعامات ہیں، سب خدا تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ وما بکم من نعمۃ فمن اللہ وان تعدوا نعمۃ اللہ لاتحصوھا۔ (جو بھی نعمت تمہارے اوپر ہے خدا کی طرف سے ہے وہ بیشمار ہیں اگر تم خدا کی نعمتیں گنو تو تمہارے شمار سے بھی باہر ہیں۔)

امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ اس دنیا اور عالم وجود میں صرف تین چیزیں ہیں۔ ۱۔ اللہ جل مجدہٗ۔ ۲۔ مُنعَم یعنی انسان ہم اور آپ سب۔ ۳۔ انعامات یعنی تمام عالم اور اس کی ہر شے انعام ہی انعام ہے ـــــ یہ ماں باپ، یہ بہن بھائی، بیوی اور شوہر حتیٰ کہ یہ چھت جس کے نیچے ہم سردی گرمی سے

محفوظ ہیں۔ یہ آسمان، یہ زمین، یہ کپڑے اور یہ دری، یہ ہوا اور پانی اور یہ غلہ وغیرہ سب انعامات ہیں۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو انعام نہ ہو ــــ تو دنیا میں یہی تین چیزیں ہیں ــــ

وسخر لکم ما فی السمٰوات وما فی الارض جمیعًا۔ عرش سے لیکر نیچے تحت الثریٰ تک ہر چیز انسان کے لئے مسخر ہے۔ اور ہر چیز انسان پر انعام ہے۔

اب جب یہ تین چیزیں موجود ہیں تو مُنعَم کو مُنعِم کے انعامات کا بدلہ کیا دینا چاہیئے اور اس کا سلوک کیا ہونا چاہیئے، تو صاف بات ہے کہ محبت اور شکرِ خدا، یعنی ہر لحظہ ہر وقت شکر گذار رہنا چاہیئے۔ اگر کوئی کہے کہ ہمارے اوپر تو دوست احباب کے بھی احسانات ہیں۔ ماں باپ کے بھی، حاکم اور حکومت کے بھی، زید عمر بکر کے بھی۔ تو ٹھیک ہے جو مناسب برتاؤ تم ان لوگوں کے ساتھ کرنا چاہتے ہو کرو کیونکہ وہ تمہارے ہمدرد ہیں، محسن ہیں اور تمہارے دلوں میں شکر و محبت کے جذبات ان کے لئے موجزن ہیں ــــ مگر سب سے بڑھ کر جو محسن ہے اُسے بھی یاد کیوں نہ کیا جائے ــــ پھر یہ بھی یاد رکھیئے کہ بندہ کا احسان و انعام متناہی ہے اور خداتعالیٰ کا غیر متناہی اور یہ بات یاد رکھیں کہ ایک انسان جو بھی دوسرے انسان کے ساتھ احسان و سلوک کرتا ہے تو یہ سب خدا کی مرضی اور ارادہ سے ہوتا ہے۔

وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ رب العالمین۔ تم کوئی چیز نہیں کر سکتے جب تک خدا نہ چاہے ــــ

خدا نے چاہا کوئی فائدہ پہنچا دے تو زید کے دل میں ڈال دیا کہ تمہیں روٹی کپڑا دیدے، یا فائدہ پہنچا دے۔ خواہ زید تمہارا باپ ہے، بھائی ہے۔ استاد ہے، حاکم ہے۔ دوست ہے، دشمن ہے جو بھی ہے۔ وہ اگر تمہاری ضرورت پوری کر دیتا ہے۔ خدا نے اس کے دل میں ڈال دیا تو اس نے نوکری دی۔ کاشت کیلئے زمین دی، اور دیگر ضروریات تمہاری پوری کیں ــــ

لوگوں کا شکریہ بھی ادا کرنا چاہیئے ــــ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ۔ (جو لوگوں کا شکر گذار نہ ہو وہ اللہ کا بھی شکر گذار نہیں ہوتا۔) بندوں کا احسان درحقیقت خدا ہی کا احسان ہے۔ اسکی مثال یہ ہے کہ کسی بادشاہ نے قلم سے فرمان لکھ کر جاری کیا کہ فلاں شخص کو دس جریب جاگیر دے دو۔ اب ایسا نہیں ہو سکتا کہ یہ شخص قلم کے لئے دعا کرے یا قلم کا شکریہ ادا کرے، بلکہ بادشاہ کا شکر گذار ہو گا کہ خدا تمہارا سایہ میرے سر پر قائم رکھے۔ تو اللہ اور بندہ کے بیچ میں جو کچھ بھی ہے وہ سب بمنزلۂ قلم کے ہے اور ہے سب کچھ خدا کی طرف سے ــــ اسباب کی

حیثیت بالذات کچھ بھی نہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ مومن کا یہ عقیدہ ہونا چاہیے کہ جو فائدہ اسے خدا تعالیٰ پہنچانا چاہے دنیا کے مخالف ہونے سے وہ ٹل نہیں سکتا۔ اور جو فائدہ خداوند کریم نہ پہنچانا چاہے وہ دنیا کے بادشاہ، دولتمند اور دنیا بھر کے حکماء سب جمع ہو کر بھی نہیں پہنچا سکتے۔

محسن کی ناشکری کرنیوالا چوپایوں سے بھی بدتر ہے | پس اگر ایک شخص سے خدا احسان کرتا ہے اور پھر اُسے خدا سے بھی محبت نہ ہو تو یہ بڑا بدقسمت ہوگا۔ اور وہ تو اولئک کالانعام بل ھم اضل کی بناء پر چوپایوں سے بھی بدتر ہے۔ دیکھیے ان حیوانات میں خراب اور بدترین حیوان کتا سمجھا جاتا ہے کتے کو تم باسی روٹی کا ٹکڑا اور ہڈی ڈال دیتے ہو۔ اس معمولی احسان کے بدلے وہ تمہارے دشمن اور مخالف کو کبھی تمہارے گھر کے قریب نہیں آنے دیتا ـــــ کہ تمہارے احسان کا شکریہ ادا کرتا ہے اور بسا اوقات چور آتا ہے کتے کو گولی سے مار ڈالتا ہے اور کتا اپنے محسن کی حفاظت کیلئے جان قربان کر دیتا ہے۔ اُسے احساس ہے کہ احسان کا تقاضا محبت ہے۔ نہ اس کتے نے کتابیں پڑھی ہیں اور نہ کوئی منطق، پھر اس کتے کو اس قربانی کا مالک کی طرف سے کوئی انعام بھی نہیں ملتا اور اکثر اس کے مالک کو اسکی قربانی کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ تو لحاف اوڑھے ہوئے سویا رہتا ہے ـــــ

انسان نے اگر قربانی دی تو اُسے خدا کی خوشنودی اور جنت ملے گی۔ وہ اللہ جس نے ہمارے اوپر غیر متناہی احسانات کئے اس کے دربار کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اور آواز ہوتی ہے: حیّ علی الصلوٰۃ حیّ علی الفلاح ـ مگر ہم اس دربار کے قریب بھی نہ آئیں، اس کا دربار تو مسجد ہے اور ہم نماز تک نہ پڑھ سکیں تو کتنا فرق ہے ایسے انسان اور کتے ہیں۔ تو جو شخص باوجود اتنے احسانات کے خدا سے محبت نہ کرے تو کیا وہ کتے سے بدتر نہ ہوا ـــــ ؟ اولئک کالانعام بل ھم اضل یہ تو چوپایوں سے بھی بدتر ہیں۔ آخرت کی رسوائی تو الگ دنیا میں اسکی حیثیت اس قدر گر جاتی ہے ـــــ غرض ایک سبب خدا سے محبت کا اسکی بخشش و احسان ہے۔

محبت کا دوسرا سبب | دوسرا سبب کمال ہے۔ کمال جس میں ہو اس سے محبت ہو جاتی ہے۔ یہاں کے عوام کو اگر پتہ چل جائے کہ فلاں گاؤں میں کبڈی ہو رہی ہے، بہار کے موسم میں، دو پہلوان لڑتے ہیں اور جو غالب آجاتے تو اُسے کندھوں پر اٹھا کر بازاروں میں گھماتے پھرتے ہیں، پھولوں کے ہار ڈالتے ہیں کہ لوگوں کے خیال میں یہ ایک کمال کا مالک ہے یعنی بہادری کا۔

یہاں تک کہ یہ بٹیر باز جوا کیلئے بدبخت اکٹھے ہوتے ہیں۔ اور غائب آنے والے بٹیر کیلئے ہزاروں لوگ سردی کے باوجود جمع ہوتے ہیں۔ صرف یہ کہ ایک بٹیر نے دوسرے کو بھگا دیا جو کہ ایک کمال ہے۔ تو اس بٹیر سے محبت کی جاتی ہے۔

مسلمانوں کو امام ابوحنیفہؒ سے محبت ہے۔ امام بخاریؒ اور حضرت غوث الاعظمؒ سے محبت ہے۔ وجہ کیا ہے۔؟ ان میں کمال تھا ——— کسی میں ظاہری کمال ہوتا ہے کسی میں معنوی۔ امام بخاریؒ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث جمع کیں ان کی حفاظت کی اپنی جان حق کیلئے خوشنگ مقام میں قربان کر دی مگر حق کو نہ چھوڑا۔ امام اعظم ابوحنیفہ جیل گئے حکومت نے زہر دیا مگر آپ نے حق بات نہ چھوڑی یہ ایک کمال تھا، علم کے جواہر لوگوں کے سامنے بکھیر دئے۔

حضرت پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو لوگ ماں باپ سے زیادہ قابل احترام سمجھتے ہیں۔ ان کے لئے ایصال ثواب کراتے ہیں، اور دعائیں کرتے ہیں جب کہ ماں باپ کو لوگ یاد نہیں کرتے۔ وجہ کیا ہے؟ کمال تھا ان میں، تقویٰ، زہد، علم عمل ——— تو کمال ظاہری ہو یا باطنی اس سے محبت کی جاتی ہے۔ اورنگ زیب عالمگیرؒ ہندوستان کے بادشاہ گذرے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ بارہ ہزار احادیث مع السند انہیں یاد تھیں۔ قرآن کریم حفظ تھا۔ علوم دینیہ پر کامل عبور تھا۔ کتنے بادشاہ گذرے ہیں مگر کسی کا نام بھی یاد نہیں۔ جب تک کرسی پہ بیٹھا رہے لوگ جی حضور کرتے رہتے ہیں۔ اس کے فوٹو اخبارات میں چھپتے ہیں اور جب کرسی سے ہٹ جاتے تو لوگ اسے ڈنڈے مارتے ہیں اور اس کی ذلت کے فوٹو چھاپنے لگتے ہیں۔ مگر اورنگ زیبؒ بخارا اور ہرات سے لیکر برما تک جس کی سلطنت تھی ہندوستان اور پاکستان سب اس میں شامل تھے ان کا نام لوگ محبت اور قدر و احترام سے لیتے ہیں۔ وجہ یہ کہ کمال تھا ان میں اتنی بڑی سلطنت کے باوجود فرض نماز تو کیا تہجد تک کبھی ناغہ نہ ہوئی۔ آج تو فرض تک کوئی نہیں پڑھتا۔ کبھی بیت المال سے تنخواہ نہ لی اس زمانہ میں چھاپہ تھا نہ تھے۔ قرآن مجید اپنے ہاتھوں سے لکھتے اس کے نقوش و کتابت کو ہدیہ کر دیتے ——— تلاوت کیلئے اجرت جائز نہیں مگر نقوش اور کاغذ کی خرید و فروخت جائز ہے ———

عالمگیرؒ ہی کا مقولہ ہے کہ وہ شخص مسلمان نہیں جو نماز فجر کے بعد قرآن کریم کی تلاوت نہ کرے تمہارے ملک کے حکمرانوں کی مثال ہے۔ مرتے دم تک تنخواہ نہ لی۔ کابل و ہرات سے لیکر سام تک حکومت کی مگر اپنی کمائی کھائی اور وہ بھی قرآن لکھ کر کہ کمائی کے ساتھ قرآن کی اشاعت

بھی ہوتی رہی ہے۔ وفات سے قبل وصیت کی کہ پانچسو روپیہ میرے ہاتھ کی کمائی کے باقی ہیں۔ میرے مرنے کے بعد اسے مساکین میں خیرات کر دیا جائے — تو ان میں تقویٰ، عدل اور انصاف کا کمال تھا جسکی وجہ سے ہر مسلمان ان کا نام محبت سے لیتا ہے۔ ارسطو اور بقراط اور ابو علی سینا بڑے باکمال لوگ گذرے ہیں۔ ان سے محبت بوجہ کمال علمی کے ہے۔ تو جو ذات منبع الکمالات ہے، اصلی محبت کی مستحق بھی وہی ہے۔ اگر تمہیں اولیاء سے محبت ہے علماء اور بزرگوں سے محبت ہے، دیندار بادشاہوں سے محبت ہے تو ٹھیک ہے خدا اسے اور بڑھا دے مگر ان میں یہ سب کمال بالتبع تھے کہ ان لوگوں کو خدا نے کمال دیا تھا۔ ہم نے امام اعظمؒ کو کبھی نہیں دیکھا، ان کا شہر کوفہ نہیں دیکھا۔ مگر طلبہ امام اعظمؒ پر جان دیتے ہیں — تو ان سب کے کمالات کا سرچشمہ اللہ ہے۔ ذرا سوچئے! جس ذات نے تمام عالم کو یہ کمالات بخشے ہیں اور کمالات کے اسباب اور منشاء دیا ہے اس میں خود کتنے کمالات ہوں گے۔؟ کیا وہ محبت کے لائق نہیں۔؟ ہے اور ضرور ہے۔

سائنس دانوں کے کارنامے آج کل سائنس دانوں کا بڑا چرچا ہے کہ بڑے بڑے کمالات دکھا رہے ہیں۔ اور ہمارے انگریزی خواں حضرات ان سے بڑے متاثر ہیں اور ان کی تعریف کرتے ہیں جو محبت کی وجہ سے ہے۔ اور محبت بوجہ ان کے علمی کمالات کے ہے۔ ٹھیک ہے کہ جنہوں نے انجن بنایا، ایٹم بم بنایا، موٹر بنائی اور ہوائی جہاز تیار کیا۔ وہ کمال والے تھے۔ مگر سوچئے کہ کیا انہوں نے ان چیزوں کو پیدا کیا۔؟ نہیں بلکہ ان عناصر کو صرف ترتیب دی۔ انسان کچھ بھی نہیں بنا سکتا۔ انسان عناصر کا خالق نہیں ہے — لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له مکھی تک کو روح نہیں دے سکتے مکھی تک کے خالق یہ سائنس دان نہیں بن سکتے۔ البتہ اتنا ہے کہ انسان پٹرول، المونیم، لوہا اور لکڑی وغیرہ کو ایک خاص ترتیب دے سکتا ہے۔ جیسا کہ کمہار نے مٹی اور پانی کو ملایا اُسے کسی برتن کی شکل دی۔ یہ لوہا، یہ بیٹری، یہ انجن، یہ ہوائی جہاز اور اس کا پٹرول اور وہ فضا جس میں یہ اڑتا ہے، سب خدا کے پیدا کئے ہوئے ہیں — یہ خیال کریں کہ جس فلسفی یا سائنس دان نے ان اشیاء کو ایجاد کیا تو اس کے دماغ اور دل کو کس نے پیدا کیا۔ اور اس میں ان اشیاء کی خاص ترتیب کا علم کس نے ڈالا۔ انسان کی بنائی ہوئی ان چیزوں سے اسقدر تعجب کی کوئی بات نہیں۔ انسان نے تو آج ہوا میں اڑنا اور سمندر میں غوطہ لگانا سیکھا ہے۔ خداوند کریم نے لاکھوں سال پہلے مچھلیوں کو سمندر کی تہ میں غوطے لگانا اور سائنس کے اصولوں پہ پرندوں اور مکھیوں کو ہوا میں اڑنا سکھا دیا۔ واوحیٰ ربک الی النحل ان اتخذی من الجبال بیوتا۔ خدا نے شہد کی مکھی کو الہام کیا کہ پہاڑوں میں اپنا گھر بنائے

اور دور دراز پودوں اور پھولوں سے رس چوس کر شہد بنایا کریں نقشہ ان کے دماغ میں بٹھا دیا۔ تو سائنسدان کا دماغ خدا نے پیدا کیا اور نقشہ جسکے مطابق اشیاء کو یہ ترتیب دیتا ہے اُسے بھی خدا نے پیدا کیا۔ تو سارا کمال دراصل خدا کا ہے۔ تو اُس منبع الکمالات سے لازماً محبت ہونی چاہیئے کہ کمال کی قدر کرنیکا یہی تقاضا ہے۔

محبت کا تیسرا سبب | تیسرا سبب محبت کا جمال اور حسن ہے۔ خوبصورت چیز سب کو پسند ہوتی ہے۔ اور یہ طبعی محبت ہے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کی وفات کے بعد کسی نے انہیں خواب میں دیکھا اور دریافت کیا کہ خدا نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا۔؟ انہوں نے جواب دیا کہ مرنے کے بعد میری کشتی گویا ڈوبنے لگی تھی۔ میں گھبرایا کہ اب کیا ہوگا مگر خدا نے فضل کیا اور کہا کہ تو نے ایک شعر[1] کہا تھا جس کا مضمون یہ ہے ہر سبز پتے میں خدا کی بے حساب تدابیر اور حکمتوں کا ایک دفتر موجود ہے۔ اس کی سبزی، ترو تازگی اور رعنائی عجیب عجیب رنگ اسکی خاص نہج پر قطع برید دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے۔ کہ یا اللہ تو نے کیا کیا کاریگری اور صنعت کاری درخت کے اس پتے میں کی ہے۔ تو سعدیؒ نے کہا کہ اس ایک شعر کی بدولت خدا نے مجھے بخش دیا۔ تو جمال اور خوبصورتی بھی خدا کی دی ہوئی ہے جس نے چاند اور سورج پیدا کیا وہ خود کتنا خوبصورت ہوگا۔ تو گویا جمال و حسن اس میں ہے، کمال اس میں ہے، احسانات اسکے ہیں۔ تو جس میں تینوں اسباب کامل اور بالذات موجود ہوں تو اس سے محبت کیوں نہ ہو۔ ہمارے اندر ایک چیز کی کمی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہم خداوند کریم کے کمالات اور احسانات پر غور و فکر اور تدبر نہیں کرتے۔ اس غور و فکر اور تصور کو صوفیاء مراقبہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ ضروری ہے کہ ہر شخص دن رات میں پانچ دس منٹ تنہائی میں خواہ رات کو سونے سے پہلے خواہ لحاف ہی میں کیوں نہ ہو، سوچا کرے کہ یا اللہ تیرے کتنے احسانات اور مہربانیاں ہیں۔ تو نے مجھے کیسی خوبصورت شکل دی، کان ناک اور آنکھیں دیں کیسی اچھی زبان دی کتنا اچھا کھانا پینا اور لباس و آرائش کا انتظام فرمایا۔ اگر تو مجھے کتا یا بلی بنا دیتا، گندا کیڑا بنا دیتا جو بول و براز میں پڑا رہتا ہے تو میں کیا کر سکتا تھا۔ پھر اس کے کمالات کا لحاظ کریں اور روزانہ یہ تصور کریں، مراقبہ کریں، احساس نعمت خداوندی کرتے رہیں تو جلد محبت پیدا ہو جائے گی۔ اس کو مراقبۂ احسانی کہتے ہیں۔ دوسری چیز محبت کیلئے دینداروں اور صلحاء کی صحبت ہے۔ اگر دیندار نہ مل سکیں تو ان کے مضامین اور حالات اور انکی کتابیں پڑھیں کہ ان لوگوں نے کیسی زندگی گذاری اگر آپ بدکردار کی رفاقت کریں گے تو بدعملی پیدا ہوگی۔ اور اہل اللہ کی صحبت سے محبت پیدا ہوگی۔ اور جب محبت پیدا ہو جائے تو جسطرح ہم اپنے لئے اور بیوی بچوں کے لئے گرمی اور سردی کی پرواہ نہیں کرتے، اسی طرح ہمیں خدا کی تابعداری میں بھی بوجھ محسوس نہ ہوگا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

---

[1] برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار